کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا منہج واسلوب، تحقیقی مطالعہ

غازی عبدالرحمٰن قاسمی*
عبدالقدوس صہیب**

تعارف:

اس کائنات کی رنگ و بو میں بہت سے افراد واشخاص پیدا ہوئے اور اپنی مقررہ زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو گئے، ان کی وفات کے بعد ان کا ذکر کچھ عرصہ ہوا اور پھر گزرتے وقت کے ساتھ ان کے تذکرے ختم ہو گئے، مگر کچھ ہستیاں اور شخصیات ایسی بھی گزری ہیں جن کی علمی کاوشوں، مجتہدانہ صلاحیتوں اور بلند پایہ استنباط واستدلال سے مزین کتب کی بدولت وہ آج بھی اہل علم کے حلقہ میں زندہ ہیں۔ ان کے بیان کردہ تحقیقی مضامین اسلامیات کے محقق کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں نمایاں نام مجدد الملت، حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ہے۔ آپ ۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو جو اطراف عالم میں شہرت عطا فرمائی اس کی ایک اہم وجہ آپؒ کی علمی جلالت ہے۔

آپ کی تحریروں میں اتقان وثقاہت اور تحقیقی وعلمی نکات پائے جاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ عوام الناس کی خیر خواہی، ان کی دینی اصلاح اور روحانی واخلاقی تربیت کا سامان بھی ملتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بہترین عالم ومعلم تھے اور اتباع نبویؐ کے جذبہ سے سرشار تھے۔ شب وروز دین متین کی تبلیغ کے لئے وقف کر رکھے تھے۔ بلا شک وشبہ آپ اپنے وقت کے مجدد اعظم، مصلح اعلی اور حکیم دانا تھے۔ جو نہ صرف شریعت کے رمز شناس تھے بلکہ اپنے زمانہ کی عوام کے بھی نبض شناس تھے۔ آپ کے علمی وعملی کمالات کے اتنے گوشے ہیں کہ ہر ایک مستقل تصنیف کا محتاج ہے۔ شریعت اسلامیہ کی خدمت اور عوام الناس کی بہبود واصلاح کے لیے آپؒ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور نہایت قیمتی وتحقیقی تصانیف بطور یادگار کے چھوڑیں۔ جن میں سے شہرہ آفاق اور معرکۃ الآرا تصنیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' ہے۔ اس کتاب میں آپؒ کا منہج واسلوب کیا تھا۔؟ اس پر تفصیلی بحث مابعد السطور میں آرہی ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ کا موضوع:

''حجۃ اللہ البالغہ'' کا بنیادی موضوع احکام شریعت کی مصالح وحکمتیں اور ان کے اسرار ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ کے مضامین:

''حجۃ اللہ البالغہ'' میں فنی لحاظ سے آپ نے متعدد مضامین کو بیان کیا ہے۔ جس میں تعلیمات ربانی، عقائد، احادیث، فقہ، اصول فقہ، عبادات ومعاملات، اخلاقیات، تمدن وتہذیب، سیاسیات، کسب معیشت کے طریقے، تدبیر منزل، خلافت وقضا، جہاد، آداب صحبت، معاشرت، فتن، حوادث مابعد، اور علامات قیامت وغیرہ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور ان مختلف

*لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج، ملتان، پاکستان
**پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، پاکستان

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

موضوعات وابواب کے اسرار ومقاصد اس طرح بیان کیے ہیں کہ ان مسائل کا تعلق انسانی زندگی سے مربوط نظر آتا ہے۔اور احکام شرعیہ کی حکمتیں اور اسرار وبھید عقلی ونقلی دلائل سے بیان کیے ہیں۔

کتاب کی تقسیم:

یہ کتاب دو بڑے حصوں میں منقسم ہے پہلا حصہ اوامر ونواہی کے مفید اصولوں پر محیط ہے اور اس میں سات مباحث ہیں اور ان میں بھی ہر بحث متعدد ابواب میں بیان ہوئی ہے۔اور دوسرے حصہ میں اسلامی احکام کی عقلا تعبیر وتشریح کی گئی ہے جن میں پیش نظر فقہی موضوعات کی ترتیب ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ کی خصوصیات:

شاہ صاحبؒ کی یہ عظیم الشان تصنیف اپنے موضوع پر جدت اور ندرت کا عنصر لیے ہوئے ہے۔اس کے صرف ادبی اسلوب کو اگر زیر بحث لایا جائے تو اس پر مستقل ایک مقالہ کی ضرورت ہے۔اور جن دلائل وبراہین سے آپ نے استدلال کیا ہے اگر صرف اس استنباط واستدلال پر غور وفکر کیا جائے تو یہ بھی بڑے اعلی درجے کا کام ہوگا۔اور دینی واسلامی فکر کو جس انداز میں آپ نے پیش کیا ہے اگر اس پر بات کی جائے تو آپؒ کا یہ ایسا کارنامہ ہے جو آپؒ کو عالم اسلام کی ان شخصیات میں شامل کرتا ہے جن پر تاریخ اسلام کو فخر ہے۔

جب سے یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی ہے ہر دور میں اس کی درس وتدریس کے سلسلے جاری رہے اور اس سے راہنمائی حاصل کی جاتی رہی۔جو عربی زبان وادب سے شغف رکھنے والوں کے لیے نہ صرف ذوق تسکین کا باعث ہے بلکہ اہل علم کے لیے بھی ایک ایسی دوا ہے جو فکری اور عقلی راستوں میں شکوک وشبہات کے زہریلے کانٹوں بھرے میدانوں سے گزرتے وقت تریاق کا باعث ہے۔تشنگان علوم اسلامیہ کے لیے ایک ایسا جام ہے جو ایک دفعہ اس کا ذائقہ چکھ لیتا ہے وہ اس کی حلاوت سے مخمور نظر آتا ہے۔

اسلوب کتاب:

''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اک نیا اسلوب اور منفرد طرز تحریر سامنے آیا ہے، جو جامعیت، زور بیان، تحکم واعتماد اور فصاحت وبلاغت کا شاہ کار ہے۔جس میں انشاء کا ایک خاص انداز ہے جو پوری کتاب پر چھایا ہوا ہے۔مختصر اور جامع کلمات کے استعمال کے ساتھ ایسی خوبصورت تراکیب ومحاورات اور استعارات وتشبیہات اور تمثیلات سے کام لیا گیا ہے جن میں اک خاص توازن واعتدال ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ کے مطالعہ سے شاہ صاحبؒ کا جو منہج واسلوب بیان سامنے آتا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ متعدد مقامات پر بصیغہ امر استعمال کرتے ہوئے ''اِعْلَم'' (جان لیجئے) سے بات شروع کرتے ہیں۔۲۰۰ سو سے زائد مقامات پر ''اِعْلَم'' کو لائے ہیں۔جس کا مقصد مخاطب کو متوجہ کر کے اہم فوائد ونکات بیان کرنا ہوتا ہے۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

عصر حاضر میں تحقیق کرنے والے محقق کو نگران مقالہ کی طرف سے یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ مقالہ لکھنے سے پہلے اپنا میدان منتخب کرے، کہ کس شعبہ میں اسے مناسبت ہے اور وہ زیادہ بہتر کام کرسکتا ہے۔اسی کے مطابق وہ موضوع کا انتخاب کرے اور مسائل کو زیر بحث لاتے ہوئے مقالہ تحریر کرے۔یہی بات شاہ صاحب نے اپنے خاص انداز اِعْلَم (جان لیجئے) سے شروع کی ہے۔

مثال:

فاعلم ان لكل فن خاصة ولكل موطن مقتضى فكما انه ليس لصاحب غريب الحديث ان يبحث عن صحة الحديث وضعفه ولا لحافظ الحديث ان يتكلم فى الفروع الفقهيه وايثار بعضها على بعض فكذالك ليس للباحث عن اسرار الحديث ان يتكلم بشئى من ذلك انما غاية همته ومطمح بصره هو كشف السر الذى قصده النبى ﷺ فيما قال سواه بقى هذاالحكم محكما او صار منسوخا او عارضه دليل آخر فوجب فى نظر الفقيه كونه مرجوحا نعم لا محيص لكل خائض فى فن ان يعتصم باحق ما هنالك بالنسبة الى ذالك الفن (۱)

''جان لیجئے ہر فن کی ایک خاصیت اور ہر جگہ کا کوئی مقتضی ہوتا ہے۔پس جس طرح یہ بات کہ فن غریب الحدیث کے مصنف کے لیے مناسب نہیں کہ وہ حدیث کی صحت وضعف کو زیر بحث لائے، اور نہ حافظ الحدیث کے لیے مناسب ہے کہ وہ فقہی مسائل کے بارے میں اور بعض احادیث کو بعض پر ترجیح دینے کے لیے کلام کرے، پس اسی طرح حدیث کے اسرار سے بحث کرنے والے کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ان میں سے کسی بھی چیز کے بارے میں کلام کرے، اس کی پوری توجہ اور اس کے پیش نظر اس راز کو ہی کھولنا چاہیے جس کا نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشاد میں قصد فرمایا ہے۔عام ازیں وہ وہ حکم محکم باقی ہو، یا منسوخ ہو گیا ہو، یا اس کے معارض کوئی اور دلیل آ گئی ہو جس کی وجہ سے مجتہد کی نظر میں وہ روایت مرجوح قرار پائی ہو البتہ یہ ضروری ہے کسی بھی فن میں داخل ہونے والے کے لیے کہ وہ اس چیز کو پکڑے جو اس فن میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔''

شاہ صاحب نے ایک بہت اہم فائدہ بیان کیا ہے کہ ہر فن کی ایک خاصیت ہوتی ہے اور ہر مقام کا اپنا تقاضا ہوتا ہے۔اسی کے مطابق مسائل کو زیر بحث لانا چاہیے۔یعنی محدث کا کام ہے احادیث بیان کرنا اگر وہ فقیہ نہیں ہے اور فتوی نویسی کے فرائض سرانجام دینا شروع کردے تو اس کا نتیجہ ٹھیک نہیں ہوگا۔اور اسی طرح فقیہ کا کام مسائل کا استخراج اور احکام کا استنباط ہے وہ اپنا کام چھوڑ کر غریب الحدیث پر توجہ شروع کردے تو اس کا بھی فائدہ نہیں ہوگا۔علی ہذا القیاس احکام اسلام کی مصالح اور حکمتیں بیان کرنے والے کو بھی اپنے موضوع پر توجہ کرنی چاہیے۔اور اسی طرح اگر کوئی کسی فن پر کام کر رہا ہو اور دوسرے فن کی طرف مراجعت کی نوبت آئے تو اس فن کی قابل اعتماد اور راجح باتوں کو اختیار کرنا چاہیے۔مثلا فقہ پر کام کرتے ہوئے حدیث نقل کرنی ہے تو ان احادیث کا انتخاب کیا جائے جو صحیح اور قابل اعتماد ہیں۔

۲۔ شاہ صاحب کئی مقامات پر صیغہ متکلم استعمال کرتے ہوئے ''اَقُوْلُ ''(میں کہتا ہوں) سے کلام کرتے ہیں۔اور

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۲۷۵ سے زائد مقامات پر اس کو لائے ہیں۔

جس کے متعدد مقاصد ہو سکتے ہیں تاہم چند مقاصد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ آیات قرآنیہ کی تفسیر۔

۲۔ احادیث کی تشریح۔

۳۔ آیات میں مطابقت۔

۴۔ فقہی مسالک کے درمیان قرب پیدا کرنا۔

آیت قرآنیہ کی تفسیر کی مثال:

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ (۲)

''وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔''

شاہ صاحب اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اقول الظاهر ان المحكم مالم يحتمل الا وجها واحد مثل: ﴿ حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمۡ اُمَّهٰتُکُمۡ وَ بَنٰتُکُمۡ وَاَخَوٰتُکُمۡ ﴾(۳) والمتشابه ما احتمل وجوها وانما المراد بعضها كقوله تعالى: ﴿لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا وَّاٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾(۴)حملها الزائعون على اباحة الخمر ما لم يكن يعنى او افساد فى الارض والصحيح حملها على شاربها قبل التحريم (۵)

''میں کہتا ہوں آیت کے ظاہر اور واضح معنی یہ ہیں کہ محکم آیت وہ ہے جس کے اندر صرف ایک ہی وجہ کا احتمال ہو۔ مثلاً 'حرام کر دی گئیں تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں۔' اور متشابہ آیت وہ ہے جس میں چند وجوہ کا احتمال ہو اور مقصود و مراد ان میں سے بعض وجوہ ہوں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا 'جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جب کہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کئے۔' اس آیت سے بعض کج فہموں نے خمر و شراب کی اتنی مقدار مباح کر دی جو زمین میں فساد اور شر و فتنہ کے درجہ کو نہ پہنچے اور صحیح مطلب یہ ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے حق میں ہے جو خمر و شراب کی حرمت سے پہلے شراب پیا کرتے تھے۔''

شاہ صاحب نے ''اَقُوۡلُ'' سے بات کا آغاز کیا اور محکم و متشابہ کی مع مثال وضاحت فرمائی اور ساتھ ہی ان لوگوں کی غلطی پر متنبہ کیا جنہوں نے آیت سے غلط مفہوم نکالا۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

دوسری مثال:

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـــًا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ﴾(۶)

''اور جس نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دیا تو ایک مومن غلام آزاد کرے۔''

شاہ صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اقول انما وجب فی الکفارة تحر یر رقبة مومنة او اطعام ستین مسکینا لیکون طاعة مکفرة له فیما بینه وبین الله فان الدیة مزجرة تورث فیه الندم بحسب تضییق الناس علیه والکفارة فیما بینه وبین الله تعالی (۷)

''میں کہتا ہوں اس قتل کے کفارہ میں مومن غلام آزاد کرنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا اس لیے واجب کیا گیا تا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان یہ طاعت اس کے لیے گناہ مٹانے والی عبادت بن جائے، بے شک دیت زجر کا ذریعہ ہے وہ اس پر ندامت پیدا کرتی ہے لوگوں کی تنگی کے اعتبار سے اور کفارہ اس کے اور اللہ کے درمیان ندامت پیدا کرتا ہے۔''

شاہ صاحب کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ شریعت نے قتل خطا میں مومن غلام کا آزاد کرنا یا دو ماہ کے روزے رکھنا بطور کفارہ اس لیے مقرر کیا تا کہ اس نیکی سے اس کا گناہ مٹ جائے، کفارہ بندے اور اللہ کے درمیان ندامت کا معاملہ ہوتا ہے۔ اور دیت اس لیے واجب کی کہ اس کا ادا کرنا عاقلہ کے ذمہ ہوتا ہے اور وہ اس کے ساتھ خوب ڈانٹ ڈپٹ کا معاملہ کریں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم سب مشکل میں پڑ گئے ہیں۔ اس سے اسے شدید ندامت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کرے گا۔

تسامح:

واضح رہے کہ شاہ صاحب نے قتل خطاء کے کفارہ میں جو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا ذکر کیا ہے یہ ان سے تسامح ہوا ہے اس لیے کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۲ میں صرف اتنا ہے کہ مومن غلام آزاد کرے یا ساٹھ روزے رکھے۔

حدیث کی تشریح کی مثال:

حضور ﷺ کا ارشاد عالی ہے:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا، لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي رِيحَهَا (۸)

''جس شخص نے وہ علم کہ جس سے اللہ تبارک تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے اس لیے سیکھا کہ اس کے ذریعہ اسے دنیا کا کچھ مال ومتاع مل جائے تو ایسا شخص جنت کی خوشبو کو بھی نہیں پا سکے گا قیامت کے دن، یعنی جنت کی ہوا۔''

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

شاہ صاحب اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اقول یحرم طلب العلم الدینی لاجل الدنیا ویحر م تعلیم من یری فیه الغرض الفاسد لوجوه :منها ان مثله لا یخلوغالبا من تحریف الدین الدنیا بتاویل ضعیف فوجب سد الذریعة ومنها ترک حرمة القرآن والسنن وعدم الاکتراث بها (۹)

''میں کہتا ہوں دنیا کے لیے دینی علم حاصل کرنا حرام ہے۔اور اس شخص کو سکھانا بھی حرام ہے جو فاسد غرض رکھتا ہے۔اور ان میں سے یہ کہ اس طرح کا آدمی عام طور پر دنیا کمانے کے لیے کمزور تاویلات کے ذریعے دین کی تحریف سے باز نہیں آتا، پس اس راستہ کا بند کرنا ضروری ہوا۔اور ان حرمت کے اسباب میں سے دوسرا یہ کہ ایسے شخص کو تعلیم دینا قرآن وسنت کا احترام نہ رکھنا ہے اور ان کی پرواہ نہ کرنا ہے۔''

معلوم ہوا حصول دنیا کے لیے دینی علم حاصل کرنا حرام ہے اس لیے کہ ایسا شخص اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے باطل تاویلوں کا سہارا لے گا۔اور ایسے شخص کو تعلیم دینا قرآن وسنت کے احترام میں کمی کا باعث ہے۔

دوسری مثال:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ القِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ (۱۰)

''جس شخص سے ایسا سوال کیا گیا جس کو وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔''

شاہ صاحب اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اقول یحرم کتم العلم عند الحاجة الیه لانه اصل التهاون وسبب نسیان الشرائع واجزیة المعاد تبنی علی المناسبات فلما کان الاثم کف لسانه عن النطق جوزی بشبح الکف وهو اللجام من نار(۱۱)

''میں کہتا ہوں ضرورت کے وقت علم چھپانا حرام ہے۔اس لیے کہ وہ لاپروائی اور سستی کی جڑ ہے اور احکام شرعیہ کو بھولنے کا سبب ہے اور اخروی جزائیں مناسبتوں پر مبنی ہیں۔پس جب بولنے سے زبان کو روکنا گناہ تھا تو وہ سزا دیا گیا روکنے کی شکل وصورت کے ذریعے اور وہ آگ کی لگام ہے۔''

شاہ صاحب کی اس تشریح سے تین اہم باتیں معلوم ہوئیں۔

(الف) علم چھپانا دین کی اشاعت سے لاپروائی برتنا ہے۔اس لیے کہ ایسی صورت حال میں لوگ علم حاصل کرنا چھوڑ دیں گے۔

(ب) باتیں دہرانے سے یاد رہتی ہیں جب علم کو چھپایا جائے گا، خرچ نہیں کیا جائے گا تو وہ رفتہ رفتہ بھول جائے گا۔احکام شرعیہ کو بھلانا نقصان عظیم کا باعث ہے۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

(ج) اخروی جزاوں کے بارے میں ضابطہ بیان کیا ہے کہ وہ عمل کی جنس سے ہوتی ہیں یعنی عمل اور اس کی جزا میں مناسبت ہوتی ہے۔

چونکہ اس نے علم بیان کرنے کی بجائے زبان کو روکا اور منہ بند کیا ہے۔ جو کہ شریعت کی نظر میں گناہ ہے اس لیے آخرت میں اسی کی شکل وصورت میں بدلہ دیا جائے گا اور وہ یہی ہے کہ اس کے منہ پر آگ کی لگام چڑھائی جائے جس سے اس کا منہ بند ہوگا۔

قرآنی آیات میں مطابقت کی مثال:

قرآن کریم میں عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾(۱۲)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر چادریں لٹکایا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر ستائی نہ جائیں گی۔''

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ﴾(۱۳)

''جب تم ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

اور سورۃ النور میں ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ﴾(۱۴)

''ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں۔''

اس آیت میں مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نگاہیں نیچی رکھیں، اگر عورتوں کے لیے پردہ اور حجاب کا حکم ہے تو پھر نگاہیں نیچی رکھنے کا کیا مطلب؟

چنانچہ آیات کے درمیان موافقت پیدا کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اقول:....واذاامر الشارع احد بشئی اقتضی ذلک ان یومر الاخر ان یفعل معه حسب ذالک ،فلما امرت النساء بالتستر وجب ان یرغب الرجال فی غض البصر ،وایضا فتهذیب نفوس الرجال لا یتحقق الا بغض الابصار ومواخذة انفسهم (۱۵)

''اور جب شارع کسی کو کسی بات کا حکم دیتا ہے تو وہ حکم تقاضا کرتا ہے کہ دوسرے کو بھی حکم دیا جائے کہ وہ اس کے ساتھ اس حکم کے موافق معاملہ کرے پس جب عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا تو ضروری ہوا کہ مردوں کو ترغیب دی جائے نظریں نیچی رکھنے کی اور نیز مردوں کے نفوس کا سنورنا متحقق نہیں ہوتا مگر نظریں جھکانے سے اور اپنے نفوس کو پکڑنے سے اس چیز کے ساتھ۔''

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

شاہ صاحبؒ نے شریعت اسلامیہ کا ایک بہت اہم اصول بیان کیا ہے۔ جب کسی معاملہ کا تعلق دو افراد سے ہو اور شریعت اسلامیہ جب ایک شخص کو کسی بات کا حکم دیتی ہے تو اس حکم کا مقتضی یہ ہوتا ہے کہ دوسرے فرد کو بھی ویسا حکم دیا جائے تا کہ وہ پہلے فرد کو دیے گئے حکم کے موافق عمل کرے۔ جب عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مردوں سے پردہ کریں تو ساتھ ہی مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ نیز مردوں کے اپنے نفس کی تہذیب کا بھی اسی پر انحصار ہے کہ وہ عورتوں کو بلاوجہ نہ دیکھیں اور غض بصر کی پابندی کریں۔ اور اپنے نفوس سے مواخذہ و باز پرس کریں۔

اور اس قسم کی اور مثالیں بھی شریعت اسلامیہ میں موجود ہیں۔ جیسا کہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا نکاح خود نہ کریں اولیاء کی وساطت سے تمام امور سرانجام ہونے چاہییں تو ساتھ ہی اولیاء کو بھی حکم دیدیا کہ عورتوں کی پسند و ناپسند اور رضامندی معلوم کیے بغیر ان کا نکاح نہ کریں۔ جیسا کہ آگے بحث آرہی ہے۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے حقوق بیان کیے تو ساتھ ہی عورتوں کے حقوق بیان کیے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

اَلا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ وَلَا يَاْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ اَلا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَ طَعَامِهِنَّ (۱۶)

''جان لو کہ تمہارا تمہاری بیویوں پر اور ان کا تم پر حق ہے تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر ان لوگوں کو نہ بٹھائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو بلکہ ایسے لوگوں کو گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں بہترین کھانا اور بہترین لباس دو۔''

فقہی مسالک کے درمیان قرب کی مثال:

فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ بڑی شد و مد سے زیر بحث رہا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عاقلہ و بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے یا نہیں۔؟

حنفیہ کا موقف:

اس مسئلہ میں حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ عاقلہ و بالغہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کفو میں کر سکتی ہے۔(۱۷) امام مالکؒ کے نزدیک اس قسم کا نکاح جو ولی کی اجازت کے بغیر کیا جائے وہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔(۱۸) اور دیگر جمہور فقہاء کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوگا تاہم اگر کسی عورت نے ایسا کر لیا تو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر اس نے اجازت دیدی تو نکاح صحیح ہوگا وگرنہ جائز نہ ہوگا۔(۱۹)

حنفیہ کے موقف سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عاقلہ و بالغہ عورت اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ جبکہ جمہور فقہاء کے مؤقف سے معلوم ہوا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔ احناف اور جمہور کے موقف میں بہت فاصلہ ہے۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

فقہاء کرام کی مذکورہ بالا بحث کے بعد اب شاہ صاحب کی کلام کو مدنظر رکھا جائے تو احناف اور جمہور فقہاء کی رائے میں فاصلہ کم ہوتا نظر آئے گا۔جیسا کہ یہ بات پیچھے گزر گئی ہے کہ شاہ صاحب جب کوئی اہم بات یا فائدہ بیان کرتے ہیں تو ''اِعْلَم'' سے بات شروع کرتے ہیں۔چنانچہ اس معرکۃ الاراء مسئلہ میں'' لانکاح الا بولی'' کے تحت لکھتے ہیں:

اعلم انه لايجوز ان يحكم فى النكاح النساء خاصة لنقصان عقلهن وسوء فكرهن فكثيرا مالا يهتدين المصلحة ولعدم حماية الحسب منهن غالبا ،فربما رغبن فى غير الكف ء وفى ذلك عار على قومها ،فوجب ان يجعل للاولياء شيئى من هذا الباب لتسدالمفسدة (۲۰)

''جان لیجئے نکاح میں صرف فیصلہ کرنے کا اختیار عورتوں کو دیدیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔اس لیے کہ ان کی عقل ناقص اور سوچ ادھوری ہوتی ہے۔کئی مرتبہ ان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان کے لیے کونسا قدم اٹھانا بہتر ہے۔اور عام طور پر ان خاندانی خصوصیات کا لحاظ بھی نہیں کرتیں جو خاندانوں میں اہم ہوتی ہیں چنانچہ وہ کبھی غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں جو ان کے خاندان کے لیے شرمندگی بنتا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ یہ تمام معاملات اولیاء کے ہاتھوں سرانجام ہوں تاکہ ہر قسم کی خرابی اور فساد سے بچا جا سکے۔''

آگے شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''اور عام طور پر فطرت کی طرف سے لوگوں میں رائج طریقہ یہی ہے کہ مرد عورتوں کے ذمہ دار ہوں،اور ان کے ہاتھ میں ہی معاملات کو کھولنا اور لپیٹنا ہو،ان کے ذمہ مصارف ہوں،اور عورتوں کے نکاح میں اولیاء کا ہونا مردوں کی شان بڑھاتا ہے اور عورتوں کا خود نکاح کرنا بے شرمی کی بات ہے جس کا سبب حیاء کی کمی ہے اور اس میں اولیاء کی حق تلفی ہوتی ہے جو ان کی بے قدری کا باعث ہے۔اور اہم بات یہ ہے کہ نکاح کی تشہیر بھی ضروری ہے تاکہ نکاح اور بدکاری میں فرق ہو جائے اور شہرت کا بہترین طریقہ ہے کہ اولیاء کو نکاح میں شامل کیا جائے۔''(۲۱)

آخر میں شاہ صاحب نے ایک اور اہم بات کی طرف اپنے مخصوص انداز ''اَقُوْلُ '' کے ساتھ مخاطب کیا ہے:

اقول لايجوز ايضا ان يحكم الاولياء فقط لانهم لايعرفون ما تعرف المراة من نفسها ولان حار العقد وقاره راجعان اليها والاستئمار طلب ان تكون هى الآمرة صريحا ،والاستئذان طلب ان تاذن ولاتمنع وادناه السكوت (۲۲)

''میں کہتا ہوں یہ بھی جائز نہیں کہ صرف اولیاء کو ہی حاکم بنا کر عورتوں کے نکاح کا پورا اختیار دیدیا جائے،اس لیے کہ وہ نہیں جانتے اس بات کو جسے عورت اپنی ذات کے بارے میں جانتی ہے۔اور اس لیے کے عقد کا نقصان اور نفع عورت کی طرف لوٹنے والا ہے۔اور استمار اس بات کی طلب ہے کہ وہ ہی صراحتاً حکم دینے والی ہو۔اور استیذ ان اس بات کی طلب ہے کہ وہ اجازت دے اور وہ انکار نہ کرے اور اجازت کا ادنی درجہ خاموشی ہے۔''

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

شاہ صاحب کے اس محققانہ کلام سے احناف اور جمہور دونوں کی رائے قابل عمل ہوگئیں کہ نہ تو بالکلیہ صرف عورت کے ہاتھ میں شادی و بیاہ کا اختیار ہو اور نہ ہی اولیاء کو مکمل طور پر اختیار ہو بلکہ آپس کی مشاورت سے، عورت کی اجازت ورضامندی سے شادی وبیاہ کا یہ مسئلہ حل ہونا چاہیے تا کہ بعد میں کسی قسم کی تلخیاں اور لڑائی جھگڑے سکون زندگی برباد نہ کرسکیں۔

مذکورہ مثالوں سے واضح ہوا کہ ''اقول'' سے شاہ صاحب عمدہ فوائد ونکات بیان کرتے ہیں۔

۳۔ بسا اوقات ''وَالْاَصْل'' کہہ کر اپنے دعوی کا اثبات کرتے ہیں۔اور اسے ۵۰ سے زائد مقامات پر لائے ہیں۔جو بنیادی دلیل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔کہیں تو ''والاصل'' کہہ کر آیت کریمہ لاتے ہیں اور کبھی حدیث رسول ﷺ نقل کرتے ہیں اور کہیں عقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔

آیت کی مثال:

شاہ صاحب نے باب قائم کیا :

باب اسباب نزول الشرائع الخاصة بعصر دون عصر وقوم دون قوم (۲۳)

''وہ اسباب جن کی وجہ سے مخصوص زمانوں میں مختلف قوموں کے لیے خاص شریعتیں نازل ہوئیں۔''

اس کے بعد شریعتوں کے مختلف ہونے کے وجوہ اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاصل فيه قوله تعالى ﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزِّلَ التَّوْرَاةُ قُلْ فَاْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴾(۲۴)

''اور بنیاد اس میں اللہ تعالی کا قول، بنی اسرائیل کے لیے سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں مگر وہ چیز جو اسرائیل نے تورات نازل ہونے سے پہلے اپنے اوپر حرام کی تھی کہہ دو تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔''

اس کے بعد شاہ صاحب نے باب سے متعلقہ بحث کی ہے اور اس پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔

اور اسی طرح شاہ صاحب نے باب قائم کیا:

باب اسباب النسخ (۲۵)

''نسخ کے اسباب کا بیان۔''

اس کے بعد لکھتے ہیں:

والاصل فيه قوله تعالى﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا﴾(۲۶)

''اور بنیادی دلیل اس میں اللہ تعالی کا قول ہم جو کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے برابر لاتے ہیں۔''

حدیث کی مثال:

لوگوں کی جبلت اور فطرت کے بارے میں کلام کرتے ہوئے شاہ صاحب نے ایک باب قائم کیا:

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

باب اختلاف الناس فی جبلتهم المستوجب لاختلاف اخلاقهم واعمالهم ومراتب کمالهم (۲۷)

''جبلت میں لوگوں کے مختلف ہونے کا بیان جوان کے اخلاق واعمال اور کمال کے مرتبوں کے مختلف ہونے کا سبب ہے۔''

مذکورہ باب کے قائم کرنے سے شاہ صاحبؒ کا مقصد لوگوں کے اخلاق واعمال اور کمال میں مختلف ہونے کی وجہ بیان کرنا ہے۔ کہ اس کا سبب لوگوں کی جبلت اور فطرت کا مختلف ہونا ہے جس کی وجہ سے ان کے کمالات واخلاقیات اور عملیات میں یکسانیت نہیں ہے۔

اس بات کو مزید مدلل کرنے کے لیے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

والاصل فیه ماروی عن النبی ﷺ انه قال اذا سمعتم بجبل زال عن مکانه فصدقوه ،و اذا سمعتم برجل تغیر عن خلقه فلا تصدقوا به فانه یصیر الی ما جبل علیه (۲۸)

''اور بنیادی دلیل اس میں وہ روایت ہے جو نبی کریم ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کو مان لو اور جب تم کسی آدمی کے بارے میں سنو کہ اس کی فطرت بدل گئی ہے تو اس کو مت مانو پس بے شک وہ لوٹنے والا ہے اس فطرت کی طرف جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔''

اسی طرح متعدد مقامات پر شاہ صاحب احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ مگر احادیث کے نقل کرنے کے بعد ان کی صحت وسقم پر بالکل کلام نہیں کرتے، بلکہ بسا اوقات احادیث ضعیفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ مثلا شاہ صاحب نے ایک حدیث نقل کی:

لَا نِکَاحَ إِلَّا بولِی (۲۹)

''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔''

جبکہ محققین نے اس حدیث کی صحت پر کلام کیا ہے۔ امام علاء الدین کاسانی (م-۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

لا نکاح إلا بولی مع ما حکی عن بعض النقلة ان ثلاثة احادیث لم تصح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وعد من جملتها هذا ولهذا لم یخرج فی الصحیحین(۳۰)

''لانکاح إلا بولی کے بارے میں بعض اہل علم نے نقل کیا ہے کہ تین احادیث نبی کریم ﷺ سے صحیح روایت نہیں کی گئیں اور ان میں ایک یہی حدیث ہے اسی لیے صحیحین میں اس کی تخریج نہیں ہے۔''

شیخ جمال الدین رومی البابرتی (م-۷۸۶ھ) لکھتے ہیں:

روی عن یحیی بن معین رحمه الله انه قال :الاحادیث الثلاثة لیست بثابتة عن رسول الله ﷺ احدها قوله علیه الصلاة والسلام لا نکاح إلا بولی وشاهدی عدل (۳۱)

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

''یحی بن معین سے روایت کی گیا کہ تین احادیث حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں ان میں سے ایک لا نکاح اِلا بولی وشاہدی عدل ہے۔''

امام بدرالدین عینی (م-۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

وقال يحيى بن معين واسحاق بن راهويه تنسب إليه ثلاثة احاديث لم تثبت عن رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احدها لا نكاح إلا بولى (۳۲)

''یحی بن معین اور اسحاق بن راھویہ نے کہا تین احادیث کی نسبت حضور ﷺ کی طرف کی جاتی ہے مگر وہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں ان میں سے ایک ہے۔لا نکاح اِلا بولی''

علامہ ابن نجیم (م -۹۷۰ھ) نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے ۔(۳۳)اور یہی رائے علامہ شامی (م-۱۲۵۲ھ) کی ہے(۳۴)

اسی طرح شرک کی صورتیں بیان کرتے ہوئے ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

فی الحديث اَن حَوَّاء سمت وَلَدهَا عبد الْحَرُث وَكَانَ ذَلِک من وَحی الشَّيْطَان وقد ثبت فی احاديث لاتحصى ان النبی ﷺ غير اسماء اصحابه عبدالعزيز وعبدشمس ونحو هما الى عبدالله وعبدالرحمن وما اشبههما فهذه اشباح وقوالب للشرک نهى الشارع عنها لكونها قوالب له والله اعلم (۳۵)

''اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حواء نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا اور یہ نام رکھنا شیطان کے اشارے سے تھا اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے ناموں کو بدل دیا اور عبدالعزی،اور عبدالشّمس اور ان کے مانند ناموں کی جگہ عبداللہ ،عبدالرحمٰن اور ان سے ملتے جلتے نام رکھے۔غرض یہ شرک کی صورتیں اور سانچے ہیں شریعت نے ان سے اس لیے منع کیا کہ شرک ان سانچوں میں ڈھل کر تیار ہوتا ہے۔باقی اللہ بہتر جانتے ہیں۔''

شاہ صاحب نے حضرت حواء کے واقعہ والی جو حدیث نقل کی ہے اس کو محققین نے ضعیف اور اسرائیلات میں شمار کیا ہے۔امام بن کثیر (م-۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

والغرض ان هذا الحديث معلول من ثلاثة اوجه احدها ان عمر بن إبراهيم هذا هو البصرى وقد وثقه ابن معين، ولكن قال ابو حاتم الرازى لا يحتج به،... الثانى انه قد روى من قول سمرة نفسه ليس مرفوعا، كما قال ابن جرير :حدثنا ابن عبد الاعلى، حدثنا المعتمر عن ابيه، حدثنا بكر بن عبد الله بن سليمان التيمى عن ابى العلاء بن الشخير عن سمرة بن جندب قال :سمى آدم ابنه عبد الحارث .الثالث ان الحسن نفسه فسر الآية بغير هذا، فلو كان هذا عنده عن سمرة مرفوعا لما عدل عنه قال ابن جرير حدثنا ابن

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

وكيع حدثنا سهل بن يوسف عن عمرو عن الحسن جعلا له شركاء فيما آتاهما قال كان هذا في بعض اهل الملل ولم يكن بآدم(۳۶)

''اور خلاصہ یہ کہ یہ حدیث کئی وجہوں سے معلول (کمزور) ہے۔ پہلی وجہ اس حدیث کے راوی عمر بن ابراہیم کو اگرچہ ابن معین نے ثقہ کہا ہے مگر ابو حاتم رازی نے کہا اس کی روایت قابل حجت نہیں، دوسری وجہ یہی روایت حضرت سمرۃ سے موقوفا روایت کی گئی ہے۔ جیسا کہ ابن جریر نے کہا کہ سمرہ بن جندب کہتے ہیں کہ حضرت آدم نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔ اور تیسری وجہ اس حدیث کے راوی حضرت حسن بصری نے اس کے علاوہ تفسیر کی ہے۔ اگر یہ حضرت سمرہ نے مرفوعا بیان کی ہوتی تو یہ اس سے اعراض نہ کرتے۔ ابن جریر نے کہا کہ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہ حضرت آدم کا واقعہ نہیں بلکہ دیگر مذاہب والوں کا واقعہ ہے۔''

امام ابن کثیرؒ کے کلام کا حاصل نکات کی صورت میں درج ذیل ہے۔

۱۔ اس حدیث کے راوی عمر بن ابراہیم کی روایت کو امام ابو حاتم رازیؒ نے نا قابل حجت قرار دیا ہے۔

۲۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے یہ روایت موقوفا نقل کی گئی ہے۔

۳۔ اس حدیث کے راوی حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں یہ حضرت آدمؑ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ دیگر مذاہب والوں کا واقعہ ہے۔

ان وجوہ کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

اس مقام پر ایک وزنی سوال ہے کہ شاہ صاحب جیسے جلیل القدر عالم جن کی پہچان ہی محدث دہلوی کے نام سے ہے ان سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ صحیح احادیث کے ساتھ ضعیف احادیث بھی نقل کریں اور ان سے استدلال کریں۔؟

علامہ زاہد الکوثریؒ کے شاہ صاحب پر اعتراضات:

علامہ زاہد الکوثریؒ (م-۱۳۶۸ھ) نے شاہ صاحب پر جو اعتراضات کیے ہیں ان میں سے ایک یہی ہے'' کہ آپ کی نظر صرف متون حدیث کی طرف ہے، اسانید کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔'' علامہ کوثریؒ نے شاہ صاحب کی علمی خدمات کو کھلے دل سے سراہا ہے مگر اس کے بعد چند مقامات پر آپ کے بعض افکار پر کڑی تنقید کرتے ہوئے گرفت بھی کی ہے۔

علامہ کوثریؒ لکھتے ہیں:

''وله رحمة الله خدمة مشكورة في انهاض علم الحديث في الهند،لكن هذا لايبيح لنا السكوت عما ينطوي عليه من اعمال تجافى الصواب'' (۳۷)

''آپؒ کی ہندوستان میں علم الحدیث کی اشاعت میں قابل تشکر خدمات ہیں۔ لیکن محض اس بات کی وجہ سے ہم آپ کی بیان کردہ ان باتوں پر خاموشی نہیں اختیار کر سکتے جو درستگی سے دور ہیں۔''

اس کے بعد علامہ کوثریؒ نے جو مباحث شروع کی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۔ شاہ صاحب اعتقادی اور فروعی مسائل میں حنفی مذھب پر تھے۔اور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے موقف ''توحید شہودی'' کے قائل تھے۔مگر جب آپؒ حجاز تشریف لے گئے تو شیخ ابوطاہرؒ بن ابراہیم سے صحاح ستہ کی تعلیم حاصل کی، اوران کے والد ابراہیمؒ کی کتب کا گہرا اثر قبول کیا جب کہ ان کی کتب میں ہر قسم کی آراء موجود تھیں۔چنانچہ آپؒ فقہ اور تصوف میں ان کی طرف مائل ہوگئے۔اور جب ہندوستان لوٹ کر آئے تو اپنے گھر والوں اور خاندان کے مذہب سے انحراف کیا۔یعنی فقہ،تصوف اور اعتقادی مسائل میں خاندانی مذہب (مسلک) کو چھوڑ دیا اور ''توحید شہودی'' کی جگہ ''توحید وجودی'' کے قائل ہوگئے۔

۲۔ شاہ صاحبؒ اللہ تعالی کے شکل وصورت میں تجلی فرمانے کے قائل ہیں۔اوراس کے بھی کہ اللہ تعالی کا مظاہر میں ظہور ہوتا ہے اور آپؒ کے خیال میں یہ اکابر کا عقیدہ ہے۔جبکہ یہ بات تو ان لوگوں کے مطابق ہے جو حلول کے قائل ہیں۔جید علماء کے نزدیک اس قسم کا قول قابل ترک ہے۔

۳۔ صحاح ستہ کی احادیث کے متون کی طرف آپؒ کی خاصی توجہ ہے اسانید کی طرف نہیں ہے۔جبکہ اہل علم کے ہاں صحیحین کی اسانید پر بھی نظر کی جائے گی۔اوراسی طرح جب فروعی (فقہی) مسائل میں اسناد کو پرکھا جاتا ہے جیسا کہ اہل علم کا طریقہ کار رہا ہے۔تو اعتقادی مسائل میں کس طرح اسناد کی طرف نظر نہ کرنے کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔؟ جبکہ شاہ صاحب نے فقہی مسائل ہوں یا اعتقادی مسائل ہوں صرف متون حدیث کی طرف توجہ کی ہے اسانید کو نظر انداز کیا ہے۔اور محض صحاح ستہ کے متون پر اکتفاء کرنا اور اسناد کو نظر انداز کرنا یہ مذاہب فقہاء اور ائمہ کی مسانید میں تحکم پر بڑی جرات ہے۔تاریخ کے امام اور ماہر محقق پر یہ بات عیاں ہوجاتی ہے۔

۴۔ شاہ صاحبؒ کا ''شق قمر'' کے بارے میں موقف یہ ہے کہ چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا تھا بلکہ دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوا تھا۔علامہ کوثری کہتے ہیں کہ رسولوںؑ کی شان میں سے نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کریں۔یہ موقف شاہ صاحب کا تفرد ہے۔

۵۔ حدیث کے مشکل مقامات کی تشریح کرتے ہوئے آپ عالم مثال کے قائل ہیں جس میں معانی (وہ چیزیں جن کا دنیا میں جسم نہیں ہے۔) جسم کی شکل پاتے ہیں۔جیسا کہ بعض صوفیہ اس کے قائل ہیں۔جبکہ شرعا اور عقلا اس قسم کے کسی عالم کا وجود ثابت نہیں ہے۔اور کسی چیز کو ایسی حالت پر محمول کرنا جس کو قرون اولی کے لوگ نہ سمجھتے ہوں وہ محض ایک خیال اور گمراہی ہے۔چنانچہ اسناد، رجال اور وجوہ دلالت پر نظر کیے بغیر جو کہ ائمہ صالحین کے ہاں معتبر ہے ،حدیث کے مشکل مقامات کی تشریح کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۶۔ آپؒ کا مطالعہ کتب محدود ہے۔یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات آپؒ متقدم علماء کے اقوال وموقف پر جو تبصرہ کرتے ہیں وہ ادھورا ہوتا ہے۔اس لیے کہ ان کی اصل کتب کی طرف آپ نے مراجعت نہیں کی ہوتی جس کی وجہ سے ان علماء کے اصول مذھب اور موقف میں اختلاف محسوس ہوتا ہے۔مثلا آپؒ نے فقہ حنفی کے بعض فقہی اصولوں پر جو کلام کیا ہے وہ

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

اسی قبیل سے ہے۔اگر متقدمین حنفیہ کی کتب اصول مثلاً عیسی بن ابان کی الحجج الکبیر ،الحجج الصغیر، ابوبکر رازی کی فصول، اتقانی کی شامل، ظاہرالروایت کی کتب کی شروح کا مطالعہ کیا ہوتا تو یہ صورتحال نہ ہوتی۔

۷۔ آپؒ اس بات کے قائل ہیں کہ عالم قدیم ہے جب کہ جمہور کے ہاں عالم حادث ہے۔اور سنن ترمذی میں ابورزین کی حدیث ''فی العما'' سے آپ نے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے جبکہ اس کے راوی نے جواس کی تشریح کی ہے اس کو آپؒ نے نظرانداز کردیا ہے۔اوراس میں حماد بن سلمہ اور وکیع بن حدس متکلم فیہ راوی موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے اس حدیث کو نہیں لیا۔اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کا اثبات یا عالم کو قدیم ثابت کرنا یہ قرآنی تعلیمات کے منافی ہے ،جس شخصیت کی حدیث میں ایسی صورت حال ہو تو احکام کے دلائل میں اسے کیسے منصف مان لیا جائے۔(۳۸)

علامہ کوثریؒ کے مذکورہ اعتراضات کے جوابات تفصیل کے متقاضی ہیں ،ان شاء اللہ تعالی کسی اور مقالہ میں اس پر تفصیلی قلم اٹھایا جائے گا۔اگر کوئی اور صاحب علم بھی اس پر کام کرنا چاہے تو میدان خالی ہے۔بہر کیف ان اعتراضات میں سے تین کا تعلق زیرنظر مقالہ کے مباحث سے ہے۔ان کا اجمالی جواب شاہ صاحبؒ کے کلام سے ہی پیش کیا جائے گا۔علامہ کوثریؒ کا یہ اعتراض کہ ''شاہ صاحب کی نظر صرف متون حدیث تک ہے اسناد پر توجہ نہیں ہے۔''

اس سوال کا جواب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی ہی ایک عبارت سے پیش کیا جاتا ہے۔شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''وانما الاقرب من الحق با عتبار فن الحديث ماخلص بعد تدوين احاديث البلاد وآثار فقهائها ومعرفة المتابع عليه من المتفرد به والاكثررواة والاقوى رواية مما هو دون ذالک علی انه ان کان شئی من هذا النوع استطرادا فليس البحث عن المسائل الاجتهاديه وتحقيق الاقرب منها للحق بدعا من اهل العلم ولا طعنا فی احد منهم. ''(۳۹)

''اورفن حدیث کی رو سے وہ احادیث حق سے زیادہ قریب ہیں جوممالک اسلامیہ میں مدون ہوئیں اوران میں سے قابل اعتماد ہوکر سامنے آئیں اورفقہاء نے جن کی تائید کی اور متابعات نے ان کے تفرد کو دور کیا جن کے راوی بکثرت رہے اوراسانیدوروایات قوی تر رہیں اس قسم کی احادیث حق کے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت ان احادیث کہ جن میں یہ صفات نہیں ہیں البتہ اگر اس قسم کی کوئی حدیث تبعا بطورتائید پیش کی جائے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ،کیونکہ مسائل اجتہادیہ میں بحث کرنا اورجوحق سے قریب تر اسے ثابت کرنا علماء کرام کے نزدیک کوئی بدعت نہیں ہے نہ اس کی وجہ سے ان علماء کی شان میں کوئی طعن ہوسکتا ہے۔''

شاہ صاحب کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں احادیث پر اس لیے کلام نہیں کرتے کہ آپ نے ان احادیث کو ہی ذکر کیا ہے جن کو مشہور محدثین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔اوروہ قابل اعتماد روایات ہیں۔لہذا مذکورہ اعتراض کا جواب ہوگیا کہ شاہ صاحب اس لیے احادیث کی صحت وسقم پر کلام نہیں کرتے کہ آپ کی تحقیق کے

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مطابق یہ روایات صحیح ہیں ۔اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ یہ روایات ضعیف ہیں تو اس کا جواب بھی شاہ صاحب کے کلام سے ملتا ہے ۔کہ ایسی احادیث کو ضمنا وتبعا بطور تائید کہ پیش کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ اجتہادی مسائل میں بحث کرنا اور احق کی معرفت اہل علم کے نزدیک بدعت نہیں ہے۔

باقی آپؒ کے تفردات اور مطالعہ کتب کے محدود ہونے کا پس منظر کیا ہے۔؟ان اعتراضات کے جوابات آگے آرہے ہیں۔

عقلی دلیل کی مثال:

شاہ صاحبؒ تدبیر منزل کے بیان میں فرماتے ہیں:

وهو الحكمة الباحثة عن كيفية حفظ الربط الواقع بين اهل المنزل على الحد الثانى من الارتفاق وفيه اربع جمل الزواج ،والولادة والملكة والصحبة (۴۰)

''اور تدبیر منزل وہ حکمت ہے جو ارتفاق کی حد ثانی پر ایک گھر کے باشندوں میں پائے جانے والے ربط وتعلق کی کی نگہداشت کی کیفیت سے بحث کرنے والی ہے۔اس فن میں چار جملے ہیں۔ازدواج،ولادت،ملکیت اور رفاقت۔''

مرد وعورت کے درمیان قربت ورفاقت کی وجہ جماع کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔اسی بات کو بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"و الاصل فى ذالک ان حاجة الجماع اوجبت ارتباطا واصطحابابين الرجل والمراة."(۴۱)

''اور بنیادی دلیل اس ازدواج میں یہ ہے کہ جماع کی ضرورت نے مرد اور عورت کے درمیان باہمی تعلق اور رفاقت ثابت کی ہے۔''

۴۔ کئی مقامات پر اجمالا بات کرنے کے بعد وَمِنْهَا (اور ان میں سے) کے تحت اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔اور اسے ۲۵۰ سے زائد مقامات پر لائے ہیں۔

مثال:

شاہ صاحب دین اسلام کے دیگر مذاہب پر غلبہ کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وغلبة الدين على الاديان لها اسباب" (۴۲)

''اور دین اسلام کو عالم کے تمام ادیان پر غالب اور بلند وبالا کرنے کے چند اسباب ہیں۔''

اس کے بعد ''وَمِنْهَا'' سے اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔چنانچہ لکھتے ہیں:

"منها اعلان شعائره على شعائر سائر الاديان وشعائر الدين امر ظاهر يختص به يمتاز صاحبه به من سائر الاديان كالختان وتعظيم المساجد والاذان والجمعة والجماعات." (۴۳)

''اور ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ،اسلامی شعائر کو دیگر ادیان کے شعائر پر ظاہر کرنا۔اور دین کا شعار وہ

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ظاہری معاملات ہیں جو اس کے ساتھ خاص ہیں ۔جس کے ذریعے صاحب شعار تمام ادیان سے ممتاز ہوتا ہے۔جیسے ختنہ کرانا،مساجد کی تعظیم کرنا،اذان، جمعہ اور جماعتیں۔''

اور آگے لکھتے ہیں:

ومنها ان يقبض على ايدى الناس الا يظهروا شعائر سائر الاديان(۴۴)

''اوران میں سے یہ کہ امام لوگوں کے ہاتھوں کو پکڑ لے کہ وہ دیگر ادیان کے شعائر کو ظاہر نہ کریں۔''

یعنی دیگر ادیان کے شعائر کے ظاہر کرنے پابندی عائد کردی جائے۔اور آگے مزید لکھتے ہیں:

''ومنها الايجعل المسلمين اكفاء للكافرين فى القصاص والديات ولافى المناكحات ولافى القيام بالرياسات ليلجئهم ذالک الى الايمان الجاء '' (۴۵)

''اوران اسباب میں سے ،کہ مسلمان اور کافروں کو قصاص ودیت میں برابر نہ رکھا جائے اور نہ نکاح کے معاملوں میں،اور ریاست کے انتظام وانصرام میں تاکہ یہ امتیاز ان میں ایمان کی رغبت پیدا کرے۔''

اور آگے لکھتے ہیں:

ومنها ان يكلف الناس باشباح البر والاثم ويلزمهم ذالک الزاما عظيما(۴۶)

''اوران میں سے یہ کہ لوگوں کو نیکی اور گناہ میں ظاہری اعمال کا حکم دیا جائے اور تاکید کے ساتھ ان کو لازم کیا جائے۔''

شاہ صاحب کے مذکورہ کلام''دین اسلام کو دیگر مذاہب پر غالب کرنے کے اسباب'' کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ دین اسلام کے شعائر کو دنیا کے تمام ادیان اور مذاہب کے شعائر سے بلند وبالا رکھا جائے اور یہ شعائر بالکل واضح ہوں اور انہی کے لیے مخصوص ہوں کہ ان شعائر کو اختیار کرنے والے دیگر مذاہب سے الگ ہوجائیں ۔مثلا ختنہ،مسجدوں کی تعظیم،اذان، جمعہ اور جماعتیں وغیرہ۔اس سے دیگر ادیان پر دین اسلام کا غلبہ ہوگا۔

۲۔ دیگر مذاہب والوں کو ممانعت کردی جائے کہ وہ اپنے مذہبی شعائر کو ظاہر اور برملا اختیار نہ کریں۔

۳۔ قصاص،دیت،نکاح اور دیگر ریاست کے اہم عہدوں پر کافروں کو مسلمانوں کے برابر نہ کیا جائے تاکہ وہ ایمان کی طرف رغبت کریں۔

۴۔ امام وقت لوگوں کو نیکی اور بدی کی ظاہری صورتوں کا پابند کرے کہ اس قسم کے ظاہری کام نیکی ہیں جو کرنے ہیں اور اس قسم کے کام گناہ ہیں جن سے بچنا ہے۔

واضح رہے کہ مسلمان اور کافر کی دیت میں جو فرق شاہ صاحب نے کیا ہے۔احناف کا موقف اس سے مختلف ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک مسلمان کو قصاصا کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اور کافر کی دیت بھی مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔شاہ صاحب حدیث نقل کرتے ہیں:

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

"لَا یقتل مُسلم لکَافِر" (۴۷)

''کافر کے بدلہ مسلمان کو قتل نہ کیا جائے۔''

اس حدیث کی تشریح میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"اقول والسر فی ذالک ان المقصود الاعظم فی الشرع تنویه الملة الحنیفیة ولایحصل الا بان یفضل المسلم علی الکافر ولایسوی بینهما." (۴۸)

''میں کہتا ہوں اس میں یہ حکمت ہے کہ شریعت اسلامیہ کا عظیم ترین مقصد یہ ہے کہ ملت حنیفیہ کی عظمت وشوکت قائم کی جائے۔اور ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ کافر کے مقابلہ میں مسلمان کی فضیلت وبرتری قائم کی جائے اور کافر ومسلمان کے درمیان مساوات نہ رکھی جائے۔''

اسی طرح دیت کے مسئلہ میں شاہ صاحب حدیث نقل کرتے ہیں:

"دِیَة الْکَافِر نصف دِیَة الْمُسلم" (۴۹)

''کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔''

اس حدیث کی تشریح میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"اقول السبب فی ذالک ما ذکرنا قبل انه یجب ان ینوه بالملة الاسلامیة وان یفضل المسلم علی الکافر ولان قتل الکافر اقل افسادا بین المسلمین واقل معصیة فانه کافر مباح الاصل یندفع بقتله شعبة من الکفر وهو مع ذالک ذنب وخطیئةوافساد فی الارض فناسب ان تخفف دیته" (۵۰)

''میں کہتا ہوں اس کا سبب وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس سے ملت اسلامیہ کی شان وشوکت اور عظمت مقصود ہے نیز یہ بھی وجہ ہے کہ مسلمان کو کافر کے مقابلہ میں برتری دی جائے۔نیز یہ کہ کافر کا قتل مسلمانوں کے درمیان فساد پیدا کرنے کے لحاظ سے کم ہے۔اور کافر کو قتل کرنے کا گناہ بھی بہت کم ہے کیونکہ کافر مباح الاصل ہے۔اس کے قتل کرنے سے کفر کی ایک شاخ دور ہوجاتی ہے لیکن پھر بھی کافر کو قتل کرنا گناہ، خطا اور زمین میں فساد پھیلانا ہے اس لیے دیت میں تخفیف ہی مناسب ہے۔''

کافر اور مسلمان کے قصاص ودیت میں فرق کے لحاظ سے شاہ صاحب کا موقف بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آ گیا کہ اس میں شریعت اسلامیہ کا مقصود ملت اسلامیہ کی شان وشوکت ہے۔مالکیہ کا موقف بھی یہی ہے کہ کافر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔(۵۱) اور اسی طرح کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔(۵۲) مگر احناف کے ہاں کافر کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔اور اگر کسی مسلمان نے کافر ذمی کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں اس مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔

امام محمد بن حسن الشیبانی (م-۱۸۹ھ) نے اس مسئلہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے وہ لکھتے ہیں:

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

"والاحاديث في ذالک كثيرة عن رسول الله ﷺ مشهورة معروفة انه جعل دية الكافر مثل دية المسلم وروى ذالک افقههم واعلمهم في زمانه واعلمهم بحديث رسول الله ﷺ ابن شهاب الزهري فذكر ان دية المعاهد في عهد ابي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم مثل دية الحر المسلم" (۵۳)

''اوراس بارے میں بہت سی مشہور ومعروف احادیث رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں کہ آپ ﷺ نے کافر کی دیت کومسلمان کی دیت کے مثل مقرر کیا۔اور یہ روایت کرنے والے اپنے زمانہ میں ان سے زیادہ حدیث رسول ﷺ کے افقہ واعلم ہیں۔امام ابن شہاب زہری نے ذکر کیا کہ معاہد کی دیت حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان کے زمانہ میں آزاد مسلمان کی دیت کے مثل تھی۔''

شیخ جمال الدین ابومحمد علی بن ابی یحی (م-۶۸۶ھ) نے بھی اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔(۵۴) اسی طرح امام زیلعی نے بھی تفصیلی کلام کیا ہے۔(۵۵) اور مسلمان کو کافر کے بدلے قتل کرنے کے بارے میں صاحب ہدایہ نے تفصیلی بحث کی ہے۔(۵۶)

۵۔ قرآن وسنت کی تفسیر وتشریح اور شریعت اسلامیہ کی تعبیر کرتے وقت شاہ صاحب جو رائے قائم کرتے ہیں وہ اکثر ان کی اپنی ہوتی ہے۔ایسا شاذ ونادر ہے کہ آپ اپنے سے پہلے گزرنے والے اہل علم کی کتب سے اقتباس اور حوالہ دیں۔ جہاں یہ بات آپ کی علمیت کی دلیل ہے وہیں پر حجۃ اللہ البالغہ کا مطالعہ کرنے والے کے لیے بہت بڑا مشکل مرحلہ ہے۔اس لیے کہ اکثر مقامات پر آپ کی ذاتی رائے ہوتی ہے اور سابقہ کتب سے آپ نے وہ بات نقل نہیں کی ہوتی بلکہ آپ پر القاء یا الہام ہوتی ہے اور اس کا ماخذ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مضامین کا سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔اس لیے کہ اگر وہ رائے کسی سابقہ کتب سے لی گئی ہو تو اس کتاب سے مراجعت کر کے اس کا سمجھنا آسان ہے۔مگر چونکہ ایسا نہیں ہے اس لیے بہت سے مضامین تک اچھے خاصے علم رکھنے والے کی رسائی نہیں ہوتی۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی اس کتاب میں دیگر اہل علم کے حوالے اور اقتباس ہیں مگر بہت کم تعداد میں ہیں۔شاہ صاحب کی اس کتاب میں دیگر اہل علم کے زیادہ حوالے کیوں نہیں ملتے۔؟ یا بقول علامہ کوثری ''آپ کا مطالعہ محدود تھا'' اس کی کیا وجہ ہے۔؟

اس کا جواب بھی شاہ صاحبؒ کے کلام سے نقل کیا جاتا ہے:

"وانه لايتاتى منى الامعان فى تصفح الاوراق لشغل قلبى بماليس له فواق ولا يتيسر لى التناهى فى حفظ المسموعات لاتشدق بها عند كل جاء وآت وانما انا المتفرد بنفسه المجتمع" (۵۷)

''اور میرے لیے کتابوں کی ورق گردانی آسان نہیں ہے کیوں کہ میرا دل ایسے معاملہ میں مشغول ہے جس سے مجھے بالکل فرصت نہیں ہے۔اور میرے لیے اساتذہ سے سنی ہوئی باتوں کو یاد رکھنے میں آخری حد تک پہنچنا بھی آسان نہیں کہ میں ہر آنے اور جانے والے کے سامنے انہیں بیان کروں، میں اپنی ذات کے ساتھ تنہا ہونے

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

والا ہوں۔''

چونکہ شاہ صاحب ہر وقت اللہ کی یاد میں مصروف ومشغول رہتے تھے اس لیے زیادہ کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کرتے تھے۔ان کے زیادہ تر علوم کسبی والقائی ہیں۔اس لیے آپ کی کتابوں میں کتب متقدمین کی عبارات واقتباسات بہت کم ہیں۔

۶۔ شاہ صاحب کا انداز تحریر اور الفاظ کا استعمال فصاحت وبلاغت کے لحاظ اس قدر بلند ہے کہ عام قاری کی اس تک رسائی نہیں ہوسکتی اور بعض مقامات پر عبارت اس قدر مغلق اور دقیق ہے کہ متعدد الفاظ کا مفہوم لغت کا سہارا لیے بغیر سمجھ میں نہیں آتا اور یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوتا ہے کہ یہاں پر یہ لفظ کن معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔اس لیے کتاب سے کما حقہ استفادہ کے لیے عربیت وادبیت میں اعلی استعداد کی ضرورت ہے۔

۷۔ شاہ صاحب اس قدر مختصر انداز میں مضامین کو تحریر کرتے ہیں کہ بڑی طویل بحثوں کو چند جملوں میں سمیٹ دیتے ہیں۔بعض اوقات اسی حد سے زیادہ اختصار کی وجہ سے مضامین گرفت میں نہیں آتے۔

۸۔ شاہ صاحب نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں ایسا اسلوب اختیار کیا ہے جس سے اجتہاد وتحقیق پر طاری جمود کا خاتمہ ہوگیا کہ ہر بات میں وہی حق ہے جو سلف نے کہہ دیا ہے مزید تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔چنانچہ وہ غیر منصوص فروعی مسائل جن میں علماء کی بحثیں ہوئی ہیں اگر مجبوری اور ضرورت کے وقت اس قسم کے مسائل میں مزید توضیح وتشریح کی ضرورت پیش آئے تو شاہ صاحب کا موقف یہ ہے کہ ہم پر لازم نہیں کہ ہم ان پہلے علماء کی ہر اس بات میں موافقت کریں جو انہوں نے کہی ہے۔چنانچہ اس بارے میں آپ نے جو تفصیلی کلام کیا ہے وہ بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''فلیس کل ما استنبطوه من الکتاب والسنة صحیحا او راجحا ولا کل ما حسبه هولاء متوفقا علی شئی مسلم التوقف ولا کل ما اوجبوا رده مسلم الرد ولا کل ما امتنعوا من الخوض فیه استصعا با له صعبا فی الحقیقة ولا کل ما جاوا به من التفصیل والتفسیر احق مما جاء به غیرهم'' (۵۸)

''یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ ان علماء نے کتاب وسنت سے مستنبط کیا ہے وہ بالکل صحیح اور راجح ہو،اور نہ یہ ضروری ہے کہ ان علماء نے کسی مسئلہ کو کسی چیز پر موقوف سمجھا وہ حقیقت میں بھی اس پر موقوف ہو،یا جس چیز کی انہوں نے تردید واجب سمجھی اس کی تردید واجب سمجھی جائے،یا جن امور پر غور وغوض انہوں نے دشوار خیال کیا اور واقعہ میں بھی وہ دشوار ہی ہوں،یا جو تفصیل وتفسیر انہوں نے پیش کی وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہو۔''

شاہ صاحب کی مذکورہ رائے کو نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ یہ بات ضروری نہیں کہ سابقہ علماء کے قرآن وحدیث سے اخذ کیے ہوئے مسائل صحیح اور راجح ہوں جو لوگ ان کے

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

بعد آئے ان کی تحقیقات بھی صحیح اور راجح ہوسکتی ہیں۔

۲۔ متقدم علماء نے کسی مسئلہ کو کسی دوسری چیز پر موقوف سمجھا، یہ ضروری نہیں کہ نفس الامر میں ایسا ہی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی رائے غلط ہو۔

۳۔ سابقہ علماء نے جس چیز کی تردید کرنا لازمی سمجھی، ضروری نہیں کہ بعد میں آنے والے لوگوں پر بھی اس کی تردید واجب ہو۔اس لیے کہ یہ ان کی رائے ہے جس کی اتباع کرنی دوسروں کے لیے ضروری نہیں ہے۔

۴۔ ہر وہ معاملہ جس پر غور وفکر کرنے کے بعد سابقہ علماء نے سمجھا کہ یہ مشکل اور حل نہ ہونے والا مسئلہ ہے، ضروری نہیں کہ وہ مسئلہ یا معاملہ حقیقت میں بھی حل نہ ہوسکتا ہو عین ممکن ہے بعد والے لوگ زیادہ اچھے طریقے سے اس کا حل پیش کردیں۔

۵۔ علماء متقدمین نے جن آیات واحادیث کی تفسیر وتفصیل بیان کی ہے، ضروری نہیں کہ وہ دیگر بعد میں آنے والے اہل علم کی بیان کردہ تفسیر وتشریح سے زیادہ قبولیت کی حقدار ہو۔عین ممکن ہے کہ بعد والے لوگ ان پر سبقت لے جائیں۔

آخر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"اما هولاء الباحثون بالتخريج والاستنباط من كلام الاوائل المنتحلون مذهب المناظره والمجادلة فلا يجب علينا ان نوافقه فى كل ما يتفوهون به ونحن رجال وهم رجال والامر بيننا وبينهم سجال" (۵۹)

"بہر حال وہ لوگ جو متقدمین کے اقوال وکلام سے اخذ واستنباط کے ذریعہ بحث کرنے والے ہیں۔مناظرہ اور مجادلہ جن کا مذہب ہے۔ان کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات سے موافقت کرنا ہمارے لیے واجب نہیں ہے۔کیونکہ اگر وہ آدمی ہیں تو ہم بھی آدمی ہیں۔اور معاملہ ہمارے اور ان کے درمیان کنویں کا ڈول ہے۔"

شاہ صاحب نے اپنا موقف واضح کردیا کہ وہ لوگ جن کا کام ہی مناظرہ ومجادلہ ہے ان کی ہر بات کو ہم کیوں تسلیم کریں وہ بھی انسان ہیں تو ہم بھی انسان ہیں۔ان کے اور ہمارے درمیان معاملہ بالکل ایسے ہے جیسے کنویں پر لٹکا ہوا ڈول جو بھی پہلے آئے گا وہ پانی بھر لے گا۔

۹۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر شاہ صاحب نے ایسا موقف اختیار کیا ہے جس کا جمہور علماء وفقہاء میں کوئی قائل نہیں ہے۔ان باتوں کے بیان کرنے میں شاہ صاحب منفرد ہیں اور اس قسم کی آراء کو آپ کے تفردات میں شمار کیا جائے گا۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"وستجدنى اذا غلب على شقشقة البيان وامعنت فى تمهيد القواعد غاية الامعان ربما اوجب المقام ان اقول بما لم يقل به جمهور المناظرين من اهل الكلام كتجلى الله تعالى

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

فی مواطن المعاد بالصور والاشکال وکاثبات عالم لیس عنصر یا یکون فیه تجسد المعانی والاعمال باشباح مناسبة لها فی الصفة وتخلق فیه الحوادث قبل ان تخلق فی الارض وارتباط الاعمال بهیآت نفسانیه وکون تلک الهیآت فی الحقیقة سببا للمجازاة فی الحیات الدنیا وبعد الممات والقول بالقدر الملزم ونحو ذالک" (۲۰)

''اورعنقریب آپ مجھے پائیں گے جب مجھ پرزور بیان کا غلبہ ہوگا،اور میں نہایت غورخوض سے قواعد وضوابط تیار کروں گا،بسا اوقات اس مقام کا تقاضا ہوگا کہ میں وہ بات کہوں جو علمائے کلام میں سے کسی نہیں کہی ہوگی،مثلا اللہ تعالی کا آخرت میں شکل وصورت میں تجلی فرمانا،اور ایک ایسے عالم کو ثابت کرنا جس کا وجود ترکیب عنصری سے بالاتر ہے۔جن میں معانی اور اعمال مختلف حالات میں مختلف قالبوں میں مناسب شکل وصورت میں مجسم اور متشکل ہوکر ظاہر ہوتے ہیں۔اوراس عالم مثال میں وہ تمام حوادث وواقعات جو بعد میں جاکر زمین پر ظاہر اور رونما ہونے والے ہیں،پہلے سے ہی رونما ہوجاتے ہیں۔اوراعمال انسانی کا قلبی کیفیات سے ایک خاص تعلق اور ربط اور انہی حالتوں کا درحقیقت دنیا وآخرت میں جزاوسزا کا موجب ہونا ہے۔اور تقدیر ملزم کا قائل ہونا اوراس قسم کی بہت سی باتیں ہیں۔''

شاہ صاحب کے تفردات کو نکات کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ آخرت میں اللہ تعالی کا شکل وصورت میں تجلی فرمانا جبکہ جمہور علماء اللہ تعالی کو شکل وصورت سے پاک قرار دیتے ہیں۔

۲۔ علماء نے دو عالم بیان کیے ہیں۔عالم دنیا اور عالم آخرت،جبکہ شاہ صاحب کے نزدیک ایک عالم مثال بھی ہے جس کا وجود ترکیب عنصری سے بالاتر ہے یعنی وہ غیر مادی جہاں ہے اوراس میں معنوی چیزوں اور اعمال کو بھی جسم ملتا ہے اور پہلے اس عالم میں واقعات وحوادث کا ظہور ہوتا ہے اوراس کے بعد وہ دنیا میں رونما ہوتے ہیں۔

۳۔ علماء نے جزاوسزا کا سبب اعمال انسانی کو قرار دیا ہے جب کہ شاہ صاحب کے نزدیک قلبی کیفیات (نیت وغیرہ) جزاوسزا کا اصل سبب ہیں کیونکہ ان کے ساتھ ہی اعمال کا ربط وتعلق ہوتا ہے۔

۴۔ علماء کے نزدیک تقدیر دو قسم کی ہے۔تقدیر معلق اور تقدیر ملزم،جبکہ شاہ صاحب کے نزدیک صرف تقدیر ملزم ہی ہے۔

شاہ صاحبؒ کے تفردات کا پس منظر:

شاہ صاحبؒ کے مذکورہ تفردات محض ان کے وجدانی خیالات کا مجموعہ نہیں ہیں بلکہ قرآن وسنت اور آثار صحابہ وتابعین سے آپ نے یہ مسائل اخذ کرکے اپنا موقف پیش کیا ہے۔چنانچہ علامہ کوثریؒ کا شاہ صاحبؒ کے ''تفردات'' پر اعتراض کا جواب بھی شاہ صاحب کے کلام سے نقل کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"فاعلم انی لم اجتری علیه الابعد ان رایت الآیات والاحادیث وآثار الصحابة والتابعین متظاهرة فیه ورایت جماعات من خواص اهل السنة المتمیزین منهم بالعلم اللدنی یقولون

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

به ويبنون قواعدهم عليه" (۶۱)

''جاننا چاہیے کہ میں نے اس پر لکھنے کی تبھی جرات کی جب میں نے قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور آثار صحابہ وتابعین کو اپنا موید پایا، نیز علماء اہل سنت میں سے مخصوص علماء کو جو علم لدنی کی وجہ سے دیگر علماء سے ممتاز ہیں اس میں کلام کرتے اور ان پر قواعد کی بنیاد رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

مذکورہ بحث کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاہ صاحبؒ کے تفردات بلا دلیل نہیں ہیں بلکہ نصوص پر گہرے غور وفکر کے بعد آپؒ نے وہ رائے قائم کی ہے۔ اور ان تفردات کے کے پیچھے عقلی نقلی دلائل ہیں جو آپ کے موقف کے موید ہیں۔

شاہ صاحبؒ سے اختلاف رائے کرتے ہوئے بعض مقامات پر علامہ کوثریؒ کا قلم زیادہ ہی کاٹ دار واقع ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ محض تفردات سے نہ کسی شخصیت کی علمیت کا انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے افکار کی بالکلیہ تردید واجب ہوتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو شاید ہی تاریخ اسلام میں کوئی ایسا نامور عالم یا فقیہ ملے جس کے تفردات نہ ہوں تو کیا ان اکابر کی تحقیقات کو ان کے بعض تفردات کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا۔ اس پر بھی اگر کوئی اہل علم کام کرنا چاہے تو میدان خالی ہے۔ اور کیا خوب ہوگا اگر وہ یہ عنوان رکھ لے ''مشاہیر امت کے تفردات اور ان کا پس منظر ایک تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' اس پر کام کے بعد معلوم ہوگا کہ تفردات کا آغاز کب ہوا۔ اور کتنی بڑی بڑی علمی شخصیات کے تفردات ہیں جن کو علماء امت نے قبول بھی نہیں کیا مگر ان اہل علم کے احترام میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

۱۰۔ شاہ صاحب کو اللہ تعالی نے جن خصوصیات سے نوازا تھا وہ کسی بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہیں۔ اتباع شریعت کا جذبہ اس قدر راسخ تھا کہ قرآن سنت کی خلاف ورزی تو ایک طرف اس کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور کس قدر عاجزی وانکساری کے ساتھ لکھ گئے ہیں کہ اگر میری کوئی بات قرآن وسنت یا قرون اولی کے اجماع کے خلاف تو میں اس سے براءت کا اعلان کرتا ہوں اظہار لاتعلقی کرتا ہوں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''وها انا بری من كل مقالة صدرت مخالفة لآية من كتاب الله او سنة قائمة عن رسول اللهﷺ او اجماع القرون المشهود لها بالخير او ما اختاره جمهور المجتدين ومعظم سواد المسلمين فان وقع شيى من ذالک فانه خطا رحم الله تعالى من ايقظنا من سنتنا او نبهنا من غفلتن" ا(۶۲)

''اور یاد رہے کہ میں ہر اس قول سے بری ہوں کہ جو کتاب اللہ کے خلاف ہو یا رسول اللہﷺ کی معمول بہا سنت کے خلاف ہو، یا ان قرون کے اجماع کے خلاف جن کے لیے خیر کی گواہی دی گئی، یا اس رائے کے خلاف جس کو جمہور مجتہدین اور مسلمانوں کے سواد اعظم نے اختیار کیا ہے، پس اگر ایسی کوئی بات واقع ہوگئی ہے تو یہ خطا ہے۔ اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو ہمیں اونگھ سے بیدار کرے اور ہماری غفلت پر تنبیہ کرے۔''

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

شاہ صاحب اپنے بعد میں آنے والے محققین کو ایک اچھا اسلوب اور منہج دے گئے ہیں۔ کہ وہی تحقیق معتبر ہوگی جو قرآن وسنت کے مطابق ہو اس کے خلاف نہ ہو اور نہ خیر القرون کے اجماع کے خلاف ہو۔ اور نہ ہی وہ ایسی تحقیق ہو جو جمہور مجتہدین اور مسلمانوں کی اکثریت کے راستہ سے ہٹا دے۔ اور اگر میرے قلم سے کوئی ایسی بات نکل گئی ہو تو میں اس سے برائت کا اعلان کرتا ہوں۔ اور کمال عظمت دیکھیے کہ دوسرے محققین کو دعوت دے رہے ہیں کہ اگر میری کوئی قابل گرفت بات ہو تو وہ ضرور مطلع کریں اور ساتھ ہی دعا بھی دے رہیں کہ اللہ ایسے شخص پر رحم فرمائے۔

خلاصہ بحث:

حضرت شاہ صاحبؒ علوم ومعارف کا بحر بیکراں تھے۔ آپ کی تمام تصانیف اس کا بین ثبوت ہیں۔ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں آپ نے احکام شریعت کے اسرار وبھید کی دل نشین اور موثر تشریح کی ہے۔ مصالح وحکم کو بیان کرنے میں آپ نے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بے مثال ہے خاص طور پر ان حالات کے تناظر میں جب زمانہ نئی کروٹ لے رہا تھا، مسلم اقتدار کا سورج غروب ہونے کو تھا اور عقلیت پرستی کا دور شروع ہو رہا تھا۔ آپ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں جو منہج طے کیا اس کے مطابق شروع سے لے کر تا آخر التزام کیا۔ قران وحدیث کے مطابق اپنا موقف پیش کیا اور فہم قران وحدیث میں جو عوارض مانع تھے ان کے تدارک کی تدابیر بیان کیں۔ زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں پر قرآن وسنت کی روشنی میں محققانہ کلام کیا ہے۔ اور بعض مقامات پر آپ کی تحقیق ورائے جمہور علماء سے مختلف ہوگئی ہے تو اس میں کسی نفسانی خواہش کا دخل نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے بھی قرآن وسنت سے اخذ کیے ہوئے دلائل ہیں جن کی وجہ سے آپؒ نے یہ موقف اختیار کیا۔ اور اپنے بعد میں آنے والے محققین کو ایک واضح پیغام دیا کہ اسلامی تحقیق اسی عالم کی معتبر ہوگی جو قرآن وسنت اور خیر القرون کے اجماع کی خلاف ورزی نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایسی بات بلا دلیل کہے جو اس کو جمہور مجتہدین اور مسلمانوں کی اکثریت کے راستہ سے الگ کردے۔

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حواشی وحوالہ جات

۱۔ شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، حجۃ اللہ البالغہ، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، س ن، ۱۰/۱
۲۔ آل عمران: ۷
۳۔ النساء: ۲۳
۴۔ المائدہ: ۹۳
۵۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۱۷۲/۱
۶۔ النساء: ۹۲
۷۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۱۵۳/۲
۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السجستانی، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ، س ن، ۳۲۳/۳
۹۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۱۷۱/۱
۱۰۔ ایضا، ۱۷۱/۱
ابوداؤد، السنن، ۳۲۱/۳
۱۱۔ ایضا، ۱۷۱/۱
۱۲۔ الاحزاب: ۵۹
۱۳۔ الاحزاب: ۵۳
۱۴۔ النور: ۳۰
۱۵۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۱۲۶/۲
۱۶۔ الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، السنن، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ، ۴۵۹/۳
۱۷۔ الزیلعی، فخر الدین، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، قاہرہ، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، ۱۳۱۳ھ، ۱۱۷/۲
۱۸۔ ابن رشد، محمد بن احمد، ابوالولید، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، قاہرہ، دار الحدیث، ۱۴۲۵ھ، ۳۶/۳
۱۹۔ ابن قدامہ المقدسی، عبداللہ بن احمد، المغنی، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ، ۷/۷
۲۰۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، کراچی، ۱۲۷/۲
۲۱۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۱۲۷/۲
۲۲۔ ایضا، ۱۲۷/۲
۲۳۔ ایضا، ۸۸/۱
۲۴۔ آل عمران: ۹۳
حجۃ اللہ البالغہ، ۸۸/۱
۲۵۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۸۸/۱
۲۶۔ ایضا، ۸۸/۱
البقرہ: ۱۰۶
۲۷۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۲۶/۱
۲۸۔ ایضا، ۲۶/۱
احمد بن حنبل، الامام، المسند، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ، ۴۹۱/۴۵
۲۹۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۱۲۷/۲
ابوداود، ۲۲۹/۲

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۳۰۔ الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ، ۲۴۹/۲

۳۱۔ البابرتی، جمال الدین، محمد بن محمد، العنایہ شرح الہدایۃ، دار الفکر، س ن، ۹۳/۱۰

۳۲۔ العینی، بدر الدین، محمود بن احمد، البنایہ شرح الہدایہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ، ۷۶/۵

۳۳۔ ابن نجیم، زین الدین ابراہیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتاب الاسلامی، س ن، ۱۱۷/۳

۳۴۔ شامی، ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ، ۵۶/۳

۳۵۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۶۳/۱

الترمذی، السنن، ۲۶۷/۵

۳۶۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ، ۴۷۵/۳

۳۷۔ الکوثری، محمد زاہد، حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی، مصر، دار الانوار للطباعۃ والنشر، س ن، ص ۹۶

۳۸۔ ایضا، ص ۹۶ تا ۹۹

۳۹۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۱۰/۱

۴۰۔ ایضا، ۴۱/۱

۴۱۔ ایضا، ۴۱/۱

۴۲۔ ایضا، ۱۱۹/۱

۴۳ ایضا، ۱۱۹/۱

۴۴۔ ایضا، ۱۱۹/۱

۴۵۔ ایضا، ۱۱۹/۱

۴۶۔ ایضا، ۱۱۹/۱

۴۷۔ ایضا، ۱۵۲/۲

۴۸۔ ایضا، ۱۵۲/۲

۴۹۔ ایضا، ۱۵۴/۲

۵۰۔ ایضا، ۱۵۴/۲

۵۱۔ ابن رشد الحفید، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ۱۹۸/۴

۵۲۔ ابن رشد الجد، محمد بن احمد، ابو الولید، المقدمات الممہدات، دار الغرب الاسلامی، ۱۴۰۸ھ، ۲۸۴/۳

۵۳۔ الشیبانی، محمد بن حسن، الامام، الحجۃ علی اہل مدینہ، بیروت عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ، ۳۵۱/۴

۵۴۔ المنجی، الخزرجی، علی بن ابی یحی، ابو محمد، اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب، بیروت، دار القلم، ۱۴۱۴ھ، ۷۲۹/۲

۵۵۔ الزیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ۱۲۸/۶

۵۶۔ المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل، الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، ۴۴۴/۴

۵۷۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۴/۱

۵۸۔ ایضا، ۱۰/۱

۵۹۔ ایضا، ۱۱/۱

۶۰۔ ایضا، ۹/۱

۶۱۔ ایضا، ۹/۱

۶۲۔ ایضا، ۱۰/۱، ۱۱

This document was created by an application that isn't licensed to use novaPDF.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.